

Yeh Masoom Auratien یہ معصوم عورتیں

[عادل میاں ہمارے رشتہ کے چچا ہوتے تھے۔ بیوی کی وفات کے بعد چچا اکیلے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ اس پاس کے رشتہ دار ان کا خیال رکھتے۔ وہ السر کے مریض تھے بازار کا کھانا کھا کر بیمار پر جاتے تھے کبھی کسی کے گھر سے روٹی آجاتی مگر ان کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ پڑوسیوں کے ٹکڑوں پر گزربو۔ محلے میں ان کی رشتہ دار نے کہنا شروع کیا کہ عادل تم دوسری شادی کر لو ان کی کو ششوں سے عادل کی دوسری شادی ہو گئی۔ دوسری بیوی خوبصورت اور جوان تھی مگر باغی تھی۔ سوتیلی ماں بچپن سے فیشن سے منع کرتی کہ شادی ہو گی تو اس نے تہہ کر لیا کہ اپنے ارمان شادی کے بعد نکالوں گی۔ چچا کی آمد نے زیادہ نہیں تھی ایک ورکشاپ پر ملازم تھے مکان ابائی تھا اور حق حلال کی روزی روٹی پر گزارہ کرتے تھے۔ تنخواہ سے گھر کا نظام مشکل سے چلتا ایسی عیاشیوں کے لیے پیسے کہاں سے آتے؟ شروع دنوں میاں بیوی خوش رہے۔ عادل کی بیوی زیادہ تر گھر ہی میں رہتی محلے کے گھروں میں بھی آتی جاتی نہیں تھی۔ سوتیلی ماں نے تو اس کو بھلا دیا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا رفعت ہوشیار ہو گئی۔ اب وہ خود بے بازار اکیلے آنے جانے لگی۔ جب گھر سے نکلی تو ہر جھجک ختم ہو گئی۔ بازار میں پھرتے پھرتے ایک دن وہ ایک اجنبی عورت سے ٹکرا گئی۔ عورت خاصی فیشن ایبل اور تیز طرار تھی اس نے اتفاقاً چچا کی دلہن کو سبیلی بنالیا اور یہ اس خاتون کو گھر لے آئیں۔ اب تو یہ روز کا معمول ہو گیا۔ رفعت جب تک نو بہار سے نہ ملتی اسے چین نہ آتا۔ دونوں کے مزاج ہم خیال اور ہم طبیعت تھے، نو بہار اور رفعت روز دوپہر کے بعد بازار کو نکل جاتیں۔ دیکھنے سے نو بہار ایک امیر عورت لگتی تھی۔ اس کا لباس عمدہ اور تراش خراش، دولت مندوں کی سی تھی محلے کی خواتین اس عورت کے لباس اور زیورات سے متاثر نظر آتی تھیں، لیکن کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ رفعت کا اس امیر عورت سے کیا جوڑ بنتا ہے جب ملاقاتیں زیادہ ہونے لگیں تو محلے والے نو بہار کی آمدورفت پر نظر رکھنے لگے کہ دونوں کی دوستی میں کون سا راز پوشیدہ ہے۔ جب عادل گھر آتے، بیوی کامزاج نہ ملتا۔ وہ اکھٹری کھڑی رہتی۔ بات بے بات الجھتی اور ذرا آسانی بات پر جھگڑا شروع کر دیتی۔ کبھی کہتی مجھے اچھے کپڑے لا کر دو، میک اپ کا سامان لا دو۔ وہ پہلے پہل تو سمجھاتے رہے کہ تنخواہ کم ہے۔ میں یہ سب چیزیں لا کر تم کو نہیں دے سکتا۔ عزت کی چادر سے ہم نے اپنی غربت کو ڈھکا ہوا ہے۔ جب رفعت نے شوہر کو زیادہ تنگ کرنا شروع کیا تو دونوں کے درمیان نوبت مار کٹائی تک آگئی۔ چونکہ ہمارا گھر ان کے بالکل ہی نزدیک تھا، تبھی امی اور بھائی جھگڑے میں مداخلت کرتے، ان کے گھر سمجھانے کو جاتے۔ رفعت کسی کی بات نہ سمجھتی بلکہ شوہر کی کم حیثیتی کا گلہ کرتی اور کہتی کہ میں بھی انسان ہوں۔ میری بھی کچھ خواہشیں ہیں جو شادی کی قید ایسے ہی بھگتی تھی تو میں ماں باپ کے گھر ہی اچھی تھی صاف ظاہر تھا کہ رفعت اپنے خوابوں کی تکمیل چاہتی تھی عادل چچا دن بھر کی محنت کے بعد بھی پریشان تھے۔ جب گھر میں قدم رکھتے بیوی طعنہ دیتی کہ لوگوں کی بیویاں عیش کرتی ہیں تو میں کیوں ویسے نہیں رہ سکتی۔ غریب بہت سمجھاتے کہ بیوی اللہ چاہے گا تو ان کے دن بھی سنور جائیں گے مگر نو بہار رفعت کو کسی اور سمت لئے جاری تھی۔ رفعت اب بڑے گھر اور قیمتی زیورات کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ نو بہار اس کو امیر بننے کے کچھ نئے طور طریقے سمجھا رہی تھی جس کا چچا سمجھ کسی کو علم نہ تھا۔ نو بہار در حقیقت بازار کی عورت تھی اور رفعت جو نیک خوبصورت تھی۔ وہ اس کو بھولی بھالی جان کر اپنے رستے چلانا چاہ رہی تھی۔ اس کے مقاصد کا علم تو خود رفعت کو بھی نہیں تھا۔ نو بہار اس کو اکساتی، اس کے شوہر کی غربت کا احساس دلاتی۔ کہتی کہ تمہاری حق تلفی ہو رہی ہے تمہاری جیسی صورت والی کو تو دولت میں کھیلنا چاہیے تھا۔ نو بہار کا ایک واقف کار کمال تھا۔ جس کی ویڈیو کی دکان تھی۔ وہ اکثر رات کو اس کی دکان پر لے جاتی جہاں دونوں انس کریم کھاتے ہیں۔ کمال اچھے کردار کا آدمی نہ تھا جب دونوں کی خوب دوستی ہو گئی تو وہ اکیلے بھی رفعت کے گھر آنے جانے لگا۔ کمال بڑا کانیاں آدمی تھا۔ اب وہ رفعت کے لئے تحفے بھی لائے لگا، جس میں عمدہ لباس اور میک اپ کا سامان ہوتا اور مصنوعی جیولری جس کی رفعت لالچی تھی جب چچا نے وہ تحفے تحائف گھر میں دیکھے، پوچھا کہ کس نے دیئے ہیں؟ رفعت فخر سے جواب دیتی جو میری بہن بنی ہے اس نے دیئے ہیں وہ بہت امیر ہے جب روز محلے والوں نے کمال کو چچا کے گھر آتے دیکھا تو ان کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔ ایک روز ایک دو محلے داروں نے چچا سے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔ تبھی ان کو کرید ہوئی اور ایک دوپہر وہ کام چھوڑ کر گھر آگئے۔ بد قسمتی سے کمال آگیا جب چچا نے گیٹ کھولا۔ سامنے اجنبی کھڑا تھا۔ پوچھا۔ کیوں آئے ہو؟ وہ بولا۔ نو بہار نے بھیجا ہے۔ رفعت سے ان کو کچھ کام ہے چچا نے کمال کو اندر نہ آنے دیا اور بے عزت کر دیا۔ کہا جو کہنا ہے، مجھ کو بتادو۔ میری بیوی کو کسی کا پیغام دینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد ان کی بیوی نے نیا پہلو بدلا۔ اب چچا کے جاتے ہی روزانہ تیار ہو کر جلیل کی دکان پر چلی جاتی اور تمام دن وہاں بیٹھی رہتی اور شوہر کے آنے سے پہلے گھر آجاتی۔ یونہی دن گزرتے رہے۔ رفعت کے فیشن اور اس کی خواہشات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ کسی کو کانوں کا خبر نہ تھی کہ کیا چل رہا ہے ایک دن دونوں بدمعاشوں نے رفعت کو کمال کی دکان پر دیکھ لیا اور بولے اتنی دور آنے کیا کیا ضرورت ہے، تمہاری جو ضرورتیں ہیں ہم پوری کر دیا کریں گے۔ اگلے دن یہ دونوں بد معاش رفعت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اور بے دھڑک اندر گھس آئے۔ جھجک کا پہلا قدم ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد دونوں رفعت کے گھر آنے جانے لگے۔ معلوم تھا کہ ایسے لوگ بلیک میانگ کا دھندہ کرتے ہیں، کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، رفعت پھر عورت تھی۔ انہوں نے اپنے اس معرکے کا تذکرہ ایک نوجوان دوست سے کیا جس کا نام جان عالم تھا۔ یہ بھی کچھ کم بد معاش نیت نہ تھا لیکن چوہدری صاحب کا بیٹا تھا لہذا باپ کی طرف سے کچھ عزت ملی ہوئی تھی۔ چچا جب گھر میں نہ ہوتے چوہدری کا بیٹا بھی آ جاتا۔ یہ تو یک نہ شد تین شد ہو گئے رفعت گھبراہٹ۔ تب اس نے اس شرط پر جان عالم سے دوستی کر لی کہ وہ ان بدمعاشوں سے اس کی جان چھروادے گا، جو اس کو بلیک میل کر کے خدا جانے کہاں کہاں لے جانا چاہتے تھے۔ جان عالم بااثر تھا۔ اس نے ان بدمعاشوں کو روک دیا اس کے گھر نہ آیا کریں۔ یوں چوہدری کے بیٹے عالم کی رفعت سے گہری دوستی ہو گئی۔ وہ پیسے والا آدمی تھا۔ اس کی گاڑی پر بیٹھ کر رفعت تمام شہر کی سیر کرتی، اچھے بوتلوں کا کھانا کھاتی، شاپنگ کرتی اور بہت خوش رہتی تھی۔ محلے والے سارا معاملہ بھانپ چکے تھے لیکن انہوں نے اس سر پھرے نوجوان کے منہ لگنا مناسب نہ جانا اور محلے کے ایک بزرگ سے جاکر کہا کہ اب عادل کو جاکر خبر کر دیں کہ یہ ان کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ اس بزرگ نے چچا کو بیٹا گھر کی حفاظت کیا کرو۔ روز گار میں اس قدر بھی ممکن نہ رہا کہ گھر والے آزاد ہو جائیں بزرگ کی بات چچا کی سمجھ میں آگئی، پھر بھی پوچھ ہی لیا۔ بزرگوار! آپ کیا چاہتے ہیں؟ یہ کہ کبھی کبھی اپنے سیٹھ

اچانک دو پہر کو عادل سے چھٹی لے کر دو پہر کو گھر کا چکر لگالیا کرو۔ ٹھیک ہے تا باجی ... میں آ جانوں گا۔ ایک روز چچا گھر آگئے۔ دیکھا کہ چوبدری کالڑ کا ان کے گھر کادروازہ کھول کر اندر جارہا ہے۔ ان کی تو سٹی گم ہو گئی ، گیونکہ جان عالم نے ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی اندر سے دروازہ لاک کر دیا تھا اور چچا باہر کھڑے رہ گئے تھے۔ اب وہ اندر کیسے جاتے ...؟ باہر کھڑے سوچتے رہے۔ تبھی سامنے والا دکان داران کے پاس آیا۔ یہ دیکھتے قدموں چلتے مکان کی پچھلی جانب گئے اور اس دکان دار سے سیڑھی مانگ کر عقبی دیوار پر چڑھ گئے ، پھر کسی طرح چھت پر پہنچے۔ جھانک کر دیکھا زینے کا دروازہ بند تھا مگر باورچی خانے کی کھڑکی کھلی تھی۔ وہ پائپ کے سہارے پھسلتے ہوئے نیچے آگئے۔ بیڈ روم کی کھڑکی تھوڑی سی کھلی تھی باقی پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ چھری سے جھانکا۔ بیوی اور چوبدری کا سپوت دونوں کمرے میں تھے۔ کھڑکا محسوس کر کے ان کی بیوی باہر آگئی۔ یہ فوراً کھڑکی کی اوٹ میں ہو گئے۔ بیوی باورچی خانے میں گئی اور وہاں سے صحن سے ہوتی ہوئی بیرونی دروازہ دیکھنے چلی گئی جو اندر سے بدستور بند ملا۔ دروازے کو بند پا کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس آلتا میں چچا کھڑکی کے راستے باورچی خانے کے اندر پہنچ گئے وہاں سے برآمدے میں آگئے اور پھر اس رستے سے سامنے والے کمرے میں چلے گئے جبکہ جان عالم دوسرے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جس کمرے میں چچا تھے وہاں سر دائی گھومتے والا ڈنڈا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے وہی اٹھالیا اور بیوی کے لوٹ آنے کے انتظار میں چپ سادھ کے بیٹھ گئے یو صحن سے گزرتی برآمدے کی طرف آنے کی بجائے باورچی خانے چلی گئی ، کچن بند کر کے وہ اس کمرے کی طرف گئی جہاں جان عالم اس کا منتظر تھا۔ پائپ کی چاب سن کر وہ بولا آ گئی ہو میری جان ! کدھر چلی گئی تھیں؟ یہ سن کر عادل چچا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ دروازے کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان کی بیوی کمرے کے اندر جاچکی تھی۔ جہاں عالم اوندھے منہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ چچا اب اور زیادہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ برابر والے کمرے کے دروازے کے پیچھے سے نکل کر وہ بھی ان کے سروں پر پہنچ گئے اور دیوانہ وار ڈنڈے کو ان پر برسانے لگے۔ پہلے دو تین وار جان عالم کو لگے کیونکہ وہ اوندھا لیٹا تھا اس لئے ہر وقت سر پر پڑنے والے وار نہ دیکھ سکتا تھا۔ ڈنڈے کی ضربات ایک کے بعد ایک اتنی تیزی سے پڑیں کہ اوندھے سے سپدھے ہونے کا اس کو موقع ہی نہ مل سکا۔ ضرب بات بھی اس قدر شدید کہ وہ اپنا سر تک نہ اٹھا سکا تھا جبکہ رفعت خوفنر دو بھاگتی ہوئی دروازے سے باہر راہداری میں پہنچ گئی۔ بیوی کو بھاگتے دیکھ چچا نے جان عالم کو چھوڑ دیا اور رفعت کے پیچھے بھاگے۔ اسے برآمدے ہی میں جالیا۔ وہ اس پر بھی ڈنڈے برسانے لگے ، یہاں تک کہ ان کے قدموں میں گر گئی۔ وہ چیخنے چلانے لگی کہ مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ لیکن چچا اپنے ہاؤس کھو بیٹھے اور دونوں کو جن سے مار کر ہی دم لیا اس کے بعد وہ فوراً تھانے چلے گئے اور خود کو حوالہ پولیس کر دیا۔ پولیس نے لاشوں کو قبضے میں لیا۔ ان کا پوسٹ مارٹم ہوا اور جو قانونی کارروائی ہو نا تھی ہوئی۔ کیس چلا۔۔۔ چچا کو تین سال قید ہوئی۔ تین سال بعد وہ رہا ہو گئے۔ اس کے بعد وہ پھر سے اپنے ہر باد گھر میں اکیلے ہی رہنے لگے اس کو دوبارہ سے اباد کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ کیونکہ سوچتے ، جبکہ وہ عورت ذات ہی سے نفرت کرنے لگے تھے۔ بعد میں بھی باوجود قاتل کہلانے کے انہوں نے کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچایا۔ تبھی محلے کے بچے ، بوڑھے اور جو ان سبھی اب بھی ان کے ساتھ عزت سے پیش آتے تھے اور کوئی ان سے خوف نہیں کھاتا تھا۔ ہم اکثر سوچتے کہ چچا تو اچھے آدمی تھے۔ نجانے پھر کیوں ان کو یہ سزاملی کہ قاتل کہلائے اور قتل جیسا گناہ کبیرہ ان سے سرزد ہو گیا۔ اس میں ان کیبھی غلطی ہو گئی لیکن رفعت ایسی بیویوں کا بھی دوش ہوتا ہے کہ جو اپنی خواہشات کے پیچھے عزت گنوانے کو بھی برا نہیں سمجھتی ہر عورت کو سوچ سمجھ کر سہیلی بنانا چاہئے ، گیونکہ ہر راہ چلتی عورت دوست نہیں ہوتی۔ شوہر اگر محنت و مشقت سے حلال کی روزی کماتا ہے تو بیوی کو اسے کم حیثیت سمجھ کر محض نمود و نمائش کی خاطر بھٹک جانا بھی تو زیب نہیں دیتا۔]